مولانا سید محمد میاں

مالی نظام کے اسلامی اصول
اور
بنیادی نظریئے (مبادیات)

قرآن پاک اور سیرت مقدسہ کا مطالعہ کرنے والا حیران رہ جاتا ہے، جب وہ دیکھتا ہے کہ وہ سورتیں / آیتیں جو نبوت کے ابتدائی دور میں نازل ہوئیں، جن سے دعوتِ اسلام کا آغاز ہوا، اُن میں جسطرح توحید، خدا پرستی اور نماز کی ہدایت و تلقین کی گئی ہے اور شرک سے نفرت دلائی گئی ہے، اسی طرح قوت و شدت کے ساتھ ان میں دولت صرف کرنے کا حکم ہے، طغیان انگیز سرمایہ داری اور بحران پیدا کرنے والی دولتمندی سے نفرت دلائی گئی ہے اور ایسے صَرف و خرچ سے ممانعت کیگئی ہے جس کا مقصد استحصال ہو، مثلاً

(۱) سُوْرَۃ مُزَمِّل نبوت کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ اس کا پہلا حصہ پہلے سال نازل ہوا (جس میں شب بیداری کی تلقین اور فرعونیت سے (جس کے تحت میں ملوکیت بھی آجاتی ہے) مقابلہ کرنے کی ہدایت ہے)

دوسرا حصہ۔ ایک سال بعد نازل ہوا، جو ان احکام پر ختم ہوتا ہے:

نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیتے رہو۔ (سورہ مزمل کی آخری آیت)

اس آیت میں خدا پرستی کے متعلق صرف ایک حکم ہے: نماز قائم کرو۔ لیکن دولت سے متعلق دو زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دیتے رہو (سورہ ۷۳، آیت ۲۰)

(۲)۔ اس سے پہلے سورہ علق (اقراء) نازل ہوئی تھی، جس کی ابتدائی آیتوں سے "وحی" کا آغاز ہوا ہے اور یہی لمحہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت عطا ہوا تھا۔ اس سورت کا دوسرا حصہ کچھ عرصہ بعد نازل ہوا۔ دوسرے حصے کا پہلا فقرہ یہ ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی (الآیہ) سچ مچ یہ حقیقت ہے کہ انسان آپے سے باہر ہوجاتا ہے،

(حد سے نکل جاتا ہے) اس پر کہ دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی (صاحب دولت) ہوگیا ہے۔ (سورۃ ۹۶ آیات ۶،۷،۸)

(۳) سُوْرَۃُ مُدَّثِّر سب سے پہلی سورت ہے جس میں آپ کو دعوت و تبلیغ کی ہدایت کی گئی ہے اس کے پہلے فقرہ میں جس طرح یہ حکم ہے۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔

اسی طرح یہ حکم ہے۔ ولا تمنن تستکثر کسی پر اس غرض سے احسان نہ کرو کہ اس سے زیادہ حاصل کرنا مقصود ہو (کسی کو اس غرض سے نہ دو کہ زیادہ معاوضہ چاہو) بیان القرآن) (۲۴:۶۳) سورہ مزمل کی وہ آیت جس کا ترجمہ (۱) میں پیش کیا گیا، اس میں دولت کے متعلق کے متعلق دو لفظ ہیں۔

زکوٰۃ اور قرض زکوٰۃ ایک مخصوص مقدار ہے جو عموماً سرمایہ کا چالیسواں حصہ ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائگی ختم سال پر لازم ہوتی ہے، جب سرمایہ کی ایک خاص مقدار مثلاً چوّن (۵۴) تولہ چاندی کسی مسلمان کے پاس اس کی ضروریات سے فاضل سال بھر رہی ہو تب اس پر فرض ہوتا ہے کہ اس کا چالیسواں حصہ (تقریباً ایک تولہ ساڑھے تین ماشہ) ادا کرے۔

(۴) مکی سورتوں میں سُوْرَہ بلد بھی ہے، اس کی چند آیتوں کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :

کیا (انسان) خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں۔ کیا نہیں دیں ہم نے اس کو دو آنکھیں کیا نہیں دی ہم نے اس کو زبان۔ کیا نہیں دیئے ہم نے اس کو دو ہونٹ جن کے ذریعہ گفتگو اور تقریر و خطابت کا وہ شرف اس کو حاصل ہے جو کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہے) اور کیا نہیں بتا دیئے ہم نے اس کو (خیر و شر کامیابی و ناکامی کے) دونوں راستے۔ پس اس نے گھاٹی کا دشوار گزار راستہ کیوں نہیں طے کیا۔ آپ کو معلوم ہے گھاٹی کیا ہے ؟ جس سے گزرنا مشکل ہوتا ہے گھاٹی یہ ہے) کوئی گردن چھڑانا، (غلام خرید کر آزاد کرنا یا مقروض کا قرض ادا کر دینا) یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی مٹی میں ملنے والے (فرش زمین پر بسر کرنے والے) ضرورت مند کو۔ سورہ ۹۰ آیات ۷ تا ۱۴)

یعنی صرف اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دیکھنے والا اور بولنے والا بنایا ہے، اس پر لازم ہے کہ اس انعام کے شکریہ میں وہ ہر ضرورت مند کی امداد کرے، وہ اس کا عزیز قریب ہو یا اجنبی

(۵) سورہ الھمزہ بھی مکہ معظمہ کے اسی دور میں نازل ہوئی۔ یہ پوری سورت سرمایہ داری کے خلاف اس شدت سے گرج رہی ہے کہ انقلاب پسندوں کے تمام لٹریچر میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

تباہی اور بربادی ہے ہر اس شخص کے لئے جو (اپنی دولت اور سرمایہ کے زعم میں دوسروں کو) طعنہ دیتا ہے، ان میں عیب نکالتا ہے جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا ہے خیال کر رہا ہے کہ

اس کا مال سدا رہے گا اس کے پاس، ہرگز نہیں یقین رکھو ایسی آگ میں ڈالا جائیگا کہ اس میں جو کچھ پڑے وہ اس کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے۔ آپ کو کچھ معلوم ہے وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے، وہ اللہ کی آگ ہے جو سلگائی گئی ہے جو دلوں تک پہنچے گی اور ان پر بند کر دی جائیگی لمبے لمبے ستونوں میں

(سورہ الھمزہ، ۱-۱۰)

سورہ مزمل کی آیت جس کا ترجمہ (۱) میں پیش کیا گیا ہے، اس میں دولت خرچ کرنے کے متعلق دو لفظ ہیں: زکوٰۃ۔ قرض۔

زکوٰۃ ایک مخصوص مقدار ہے جسکی ادائیگی ختم سال پر عائد ہوتی ہے جب سرمایہ کی ایک خاص مقدار مثلاً ۵۲ تولے چاندی جو ضروریات سے فاضل ہو کسی مسلمان کے پاس سال بھر رہی ہو تو اس پر فرض ہوگا کہ اس چاندی کا چالیسواں حصہ (تقریباً ایک تولہ ساڑھے تین ماشہ) اس ضرورت مند کو ادا کرے جو مصرف زکوٰۃ ہونے کی شرطیں پوری کرتا ہو یعنی خود صاحب نصاب نہ ہو، ایسا رشتہ دار نہ ہو جس کا نفقہ لازم ہوتا ہے، غیر مسلم نہ ہو، سید نہ ہو وغیرہ وغیرہ

مگر یہ تفصیل تقریباً ۱۵ سال بعد بتائی گئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے مدینہ آچکے تھے اور یہاں بھی دو سال تک جب تک یہ تفصیل نہیں بتائی گئی تھی، اس وقت تک زکوٰۃ اور قرض میں صرف اتنا ہی فرق ہو سکتا تھا کہ زکوٰۃ میں یہ ضروری تھا کہ کسی ضرورت مند کو بلا معاوضہ (بطور ہبہ) کے مالک بنایا جائے اور قرض میں یہ شرط نہیں تھی۔

مثلاً آزاد کرنے کے لئے غلام خریدا گیا تو اس کی قیمت میں زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جا سکتی تھی، کیونکہ یہاں اگرچہ تملیک ہوتی تھی کہ بائع کو رقم کا مالک بنا دیا جاتا تھا، مگر یہ تملیک بلا معاوضہ نہیں ہوتی تھی یا مثلاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں ایک کنواں (جو ایک یہودی کی ذاتی جائداد میں تھا) خرید کر وقف کر دیا۔ تو اگرچہ اس سے مسلمانوں کی ایک بنیادی ضرورت پوری ہوگئی کہ یہودی بغیر معاوضہ لئے پانی بھرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا اور اب یہ کنواں وقف عام ہو گیا، تو ہر شخص کو بلا روک ٹوک اور بلا معاوضہ جتنی ضرورت ہوتی، پانی لینے کی عام اجازت ہوگئی تھی مگر چونکہ کسی مسلمان کو اس کا مالک بنانا مقصود نہیں تھا لہذا اس میں زکوٰۃ کی رقم صرف نہیں کی جا سکتی تھی، چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے علاوہ اپنے پاس سے رقم خرچ کی جو قرض بنام خدا ہوئی

پس نزول آیت کے وقت کا لحاظ کرتے ہوئے آیت کا مفاد وہ ہوا، جو قرآن شریف میں

دوسرے موقع پر ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے:

یسئلونک، تا العفو (سورۂ بقرہ آیت ۲۱۸)

"آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا خرچ کریں، آپ فرما دیں، جو کچھ فاضل ہو وہ خرچ کر دو"

پوچھتے ہیں تجھ سے کیا خرچ کریں، جو افزود ہو۔ (شاہ عبدالقادر صاحبؒ)

سورہ بقرکی یہ آیت اگرچہ بعد میں نازل ہوئی، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی مکی زندگی کی کھلی ہوئی شہادت یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں برابر عمل وہی رہا ہے جو مفہوم آیت ہے، بعض حضرات مفسرین کی رائے یہ ہے کہ سورۂ مزمل کی یہ آیت جس میں اداء زکوٰۃ کا حکم ہے، مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی، مگر یہ غیر ضروری تکلف ہے۔ تحقیق یہی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے بموجب یہ آیت مکہ معظمہ ہی میں نازل ہوئی۔ مدینہ طیبہ میں زکوٰۃ کے متعلق مذکورہ بالا تفصیل بتائی گئی (فیض الباری)

پوری سورت کا سلسلہ کلام (سباق) بھی یہی واضح کرتا ہے کیونکہ سورت کی پہلی آیتوں میں جو شب بیداری کا حکم دیا گیا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کرام نے (جو اس وقت شرف رفاقت حاصل کر چکے تھے) اس حکم پر اس طرح عمل کیا کہ کم از کم ایک تہائی، ورنہ نصف شب یا دو تہائی رات یادِ خدا میں کھڑے ہو کر گزاری جس سے پیروں پر ورم آگیا اور سال بھر یہ مجاہدہ کرتے رہے، تب اس سورت کا دوسرا حصہ نازل ہوا جس میں قیام شب کے حکم میں تخفیف کی گئی اور حکم ہوا کہ سہولت کے بموجب قرآن پڑھو اور تخفیف کی وجہ ایسے انداز سے بیان کی گئی کہ مستقبل کا پورا نقشہ سامنے آگیا۔ بیماری کے عوارض بھی پیش آئیں گے ــــ قومی، ملی اور معاشرتی ضرورتوں کے لئے سفر بھی کرنے ہونگے راہ خدا میں جہاد بھی کرنا ہوگا۔ اسی آیت کا آخری حصہ یہ ہے کہ جس میں نماز اداء زکوٰۃ اور قرض فی سبیل اللہ کا ذکر ہے۔

پس جسطرح اس توجیہہ میں ایک خانہ قتال اور جہاد کا ہے جسکی تفصیل دس بارہ سال بعد سامنے آئی، ایسے ہی زکوٰۃ کا خانہ بھی ہے جس کا تصور اب دلایا گیا اور تفصیلات بعد میں نازل ہوئیں، لہذا یہ بات کہ اس وقت یہ آیت نازل نہیں ہوئی چودہ پندرہ سال بعد مدینہ میں نازل ہوئی، تکلف بارد ہے، اتفاق سے یہ پورا رکوع ایک آیت ہے، اس لئے بھی یہ تجزیہ مناسب نہیں ہے کہ کچھ کو مکی مانا جائے اور کچھ کو مدنی (واللہ اعلم بالصواب)

(۶) اسی دور کا واقعہ ہے جسکی شہادت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ دیا کرتے تھے کہ ایک روز حرم کعبہ میں گئے، تو دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما ہیں۔ ان کو

آتے دیکھا، تو فرمایا۔ هم الاخسرون ورب الكعبة يوم القيامه

رب کعبہ کی قسم قیامت کے روز یہی لوگ سب سے زیادہ خسارہ میں رہیں گے"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے یہ ارشاد سنا تو لرز گیا۔ مجھے خوف ہوا کہ شاید میرے بارے میں کچھ نازل ہوا۔ میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان، کن کے متعلق یہ ارشاد ہو رہا ہے فرمایا، وہی جن کے پاس دولت زیادہ ہے پھر ہاتھ پھیلا کر دائیں بائیں ہاتھ بڑھاتے ہوئے فرمایا۔ اس خسارے سے صرف وہ مستثنیٰ ہو سکتے ہیں جو اس طرح (دونوں ہاتھ بڑھا کر) اپنے سامنے دیتے ہیں دائیں دیتے رہیں، بائیں دیتے رہیں (ترمذی شریف)

(۷) سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمیں صدقہ (کسی ضرورت میں چندہ کے لئے) فرمایا کرتے تو ہم بازار میں جا کر پلہ ڈھوتے (بوجھ اٹھانے کی مزدوری کرتے تھے) اور ایک "مد" (تقریباً سیر بھر غلہ یا کھجور) حاصل کر لیتے تھے (اور لا کر پیش کر دیا کرتے) (بخاری شریف صفحہ ۱۹۱)

اگرچہ یہ عمل مدینہ میں ہوا کرتا تھا مگر اس سے مکہ معظمہ کی زندگی اور وہاں کے طرز تعاون پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم کی آیتیں سابقین اولین کی ثنا خواں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بعد کے حضرات اگرچہ احد کے برابر بھی خرچ کر دیں، تو ان سابقین کے ایک "مد" کے مساوی نہیں ہو سکتا۔

عبادت اور پوجا کے دو سلسلے ہیں، ایک وہ جس کی بنیاد توحید ہے، دوسرا وہ جس کی بنیاد شرک ہے اسلام توحید کا حامی داعی اور معلم ہے اور جن عبادتوں کی وہ تعلیم دیتا ہے ان سب کی بنیاد توحید پر رکھتا ہے۔

اسی طرح مالی نظام کے دو سلسلے ہیں، ایک وہ جسکی بنیاد داد و دہش، جود و عطا اور انفاق (یعنی اپنے سرمایہ کو خرچ کرنے) پر ہے، دوسرا وہ جسکی بنیاد اخذ و ستد، وصول کرنے، دولت سمیٹنے، استحصال اور زیادہ ستانی پر ہے۔

اسلام جسطرح توحید کا حامی، داعی اور مبلغ ہے، اسی طرح وہ اس مالی نظام کا حامی ہے، جسکی بنیاد، داد و دہش، استغناء، سیر چشمی اور فائدہ رسانی پر ہو۔

وہ مالی نظام کے مذکورہ بالا دوسرے سلسلہ کا اتنا ہی مخالف ہے اور اسی طرح اس کی جڑیں اکھاڑتا ہے جیسے وہ شرک، کفر، الحاد اور بے دینی کا مخالف ہے اور ان کے مقابلہ کے لئے اپنے تمام ذرائع

صرف کرتا ہے۔

نبوت کے ابتدائی دور میں جب تفصیلی احکام کی تلقین نہیں ہو رہی تھی۔ ان کے صرف اشارات دیئے جا رہے تھے۔ ان دونوں بنیادوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سورہ روم میں اسلام کی پالیسی کا اظہار جن الفاظ میں کر دیا تھا، ان کا ترجمہ یہ ہے

ادا کر قرابت دار کو اس کا حق اور مسکین کو اور مسافر کو (ملکی یا غیر ملکی کوئی تفریق نہیں ہے) یہ بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں، ایسے ہی لوگ ہیں فلاح پانے والے (کامیاب) اور وہ جو تم سود دو تاکہ لوگوں کے مال میں بڑھوتی (اضافہ) ہو وہ اللہ کے یہاں نہیں بڑھتا (البتہ) جو زکوٰۃ ادا کرو، جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو تو یہ (زکوٰۃ ادا کرنے والے) ہی ہیں وہ اضافہ کرنے والے (بڑھانے والے)

(سورہ روم ع ۳، آیت ۳۸، ۳۹)

مدینہ طیبہ میں جب تفصیلات بتائی گئیں تو ان دونوں سلسلوں کا مقابلہ نمایاں کر دیا گیا اور ہر ایک کی تاثیر کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا۔ ایک سلسلہ یہ ہے :-

(۱) جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں رات اور دن پوشیدہ طور پر اور کھلے طور پر تو یقیناً ان کے پروردگار کے یہاں ان کا اجر ہے نہ ان کو (عذاب) کا ڈر ہوگا اور نہ (نامرادی کی) غمگینی

(سورہ بقرہ آیت ۲۷۳، رکوع ۳۹)

(۲) جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے کام بھی اچھے ہیں، نیز تمام آداب کا لحاظ کرتے ہوئے نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو بلاشبہ ان کے پروردگار کی بارگاہ میں ان کا اجر ہے اور نہ ان کو کسی طرح کا ڈر ہو سکتا ہے، نہ کسی طرح کی غمگینی (سورہ بقرہ آیت ۲۷۶، ع ۳۹)

(۳) سورہ روم کی مذکورہ بالا آیت میں جو فرمایا گیا تھا کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہی اضافہ کرنیوالے ہیں تو اس اضافہ اور بڑھوتی کی شکل بھی بیان کر دی گئی کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے بیج کا دانہ بویا گیا تو صرف ایک دانہ تھا، پھر ایک دانہ سے سات بالیں پیدا ہو گئیں اور ہر دانہ میں ۱۰۰ دانے نکل آئے اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس کے لئے بھی دوگنا کر دیتا ہے۔

(سورہ بقرہ آیت ۲۶، ع ۳۵)

دوسرا سلسلہ یہ ہے :-

(۱) جو لوگ کھاتے ہیں سود تو نہ اٹھیں گے، مگر جسطرح اٹھتا ہے وہ جس کے حواس کھو دیئے

جن نے لپٹ کر۔ (سورہ بقرہ ع ۳۹) (یعنی جیسے کوئی آسیب زدہ ہو یا مرگی کا مرگی)

(۲) اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو رہ گیا سود (جو حرمت سود سے پہلے لازم ہو چکا تھا) اگر تم فی الحقیقت خدا پر ایمان رکھتے ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر اس باغیانہ روش سے توبہ کرتے ہو تو پھر تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ اپنی اصل رقم لے لو اور سود چھوڑ دو، نہ کسی پر ظلم کرو اور نہ تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے اور اگر مقروض تنگدست ہے تو چاہیئے کہ اسے فراخی حاصل ہونے تک مہلت دی جائے۔ (سورۂ بقرہ ع ۳۸، آیت ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰)

فیصلہ (ڈگری) دارالاسلام وہی ہے جہاں اسلام کا قانون رائج ہو، ایسی مملکت، کوئی عدالت سود کی ڈگری نہیں دے سکتی۔ اگر دارالاسلام میں کسی نے سود لے لیا اور سود دینے والے نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا تو اسلامی عدالت سود کی رقم واپس کرا دیگی۔

امام ابوحنیفہؒ کا مسلک دارالاسلام کا کوئی مسلمان کسی غیر اسلامی مملکت میں پہنچا، وہاں اس نے وہاں کے رہنے والے کسی غیر مسلم سے سود لے لیا تو اسلام جس اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ اس کے لحاظ سے یہ بھی غیر مناسب ہے تاہم قانونی بات یہ ہے کہ اگر وہ غیر مسلم دارالاسلام میں آ کر اس سود لینے والے مسلمان پر دعویٰ کرے تو اسلامی عدالت اس کو سود واپس کر دینے کا فیصلہ نہیں کریگی کیونکہ وہ ایسی مملکت کا معاملہ ہے جو اس کے دائرہ اقتدار سے خارج ہے جہاں اسلامی قانون رائج نہیں ہے۔

آج پوری دُنیا سودی نظام میں جکڑی ہوئی ہے اور بینک سسٹم پر ناز کر رہی ہے، مگر کیا دُنیا کی تمام طاقتیں خصوصاً بڑی طاقتیں خود غرضی، سنگ دلی اور حرص و طمع کے آسیب میں مبتلا نہیں ہیں اور کیا خوف و ہراس، بے اطمینانی اور بے اعتمادی کی وبا، تمام دنیا میں پھیلی ہوئی نہیں ہے خود غرضی اور سنگ دلی کا جواز پیدا کرتی ہے اور جب سود ملتا ہے تو ان خصلتوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور جب یہ خصلتیں قوم کا مزاج بن جاتی ہیں تو وہ بحران رونما ہوتا ہے جو آج دنیا پر طاری ہے کہ زیادہ سے زیادہ مہلک آلات ایجاد ہو رہے ہیں جو بڑی سے بڑی قوموں کو بدحواس کئے ہوئے ہیں۔ انتہا یہ کہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک بھی یہی سمجھ رہا ہے کہ وہ آتش فشاں پر بیٹھا ہوا ہے۔

نوعِ انسانی کے لئے اس سے زیادہ آسیب کیا ہو سکتا ہے اور کیا اس مشاہدہ کے بعد بھی ارشادِ ربانی کی تصدیق کے لئے کسی اور مشاہدہ کی ضرورت ہے؟ ✯ ✯ ✯